جدید مغربی تہذیب کے کارنامے اور دیگر ثقافتوں سے اس کا تعلق

مولف: سید حسین شہرستانی
مترجم: منہال حسین خیرآبادی

اس مختصر مقالہ میں جدید مغربی تہذیب کی تاریخ میں رونما ہونے والے نمایاں واقعات اور دیگر اقوام و ملل اور ثقافتوں کے ساتھ ان کے سلوک کو بیان کیا گیا ہے۔

یہ ایک ایسی تاریخ ہے جس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب مغربی مورخین اپنی گذشتہ تاریخ پر سرسری نظر ڈالتے ہیں تو رنجیدہ کیوں ہو جاتے ہیں، وہ تاریخ جو اس نکتہ کو بخوبی بیان کرتی ہے کہ کیا دیگر تہذیبیں مخصوصاً اسلامی تہذیب مغربی تہذیب کی قرضدار اور اس کی احسان مند ہیں ؟ یا یہ فقط مغربی دنیا ہے جس کے دوش پر سیکڑوں چھوٹے بڑے جرائم اور جنگوں کا بوجھ ہے اور بدلہ چکانے کے بجائے وہ خود مدعی بنے بیٹھے ہیں؟

البتہ کسی بھی فیصلہ سے پہلے اس بات کا اعتراف کرنا ضروری ہے کہ تاریخ کی یہ تہمت تقریباً ہر قوم و ملت پر صادق آتی ہے اور کوئی بھی قوم ایسی نہیں ہے جس کا دامن ہر قسم کی برائی اور گندگی سے پاک ہو لیکن جب مغربی میڈیا کی دھاندلی اور سینہ زوری دیکھی جاتی ہے کہ اپنے گلے میں جھانکنے کے بدلے وہ دنیا کی ایک معکوس تصویر پیش کرنا چاہتے ہیں اور اسلام کے مقابلے میں مغربی تہذیب کو حق بجانب ثابت کرنا چاہتے ہیں تو اس وقت اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ مغربی تہذیب کے دوسرے نامحسوس اور خفیہ پہلوؤں کے چہرہ سے پردہ اٹھایا جائے اور اس کی جانچ پڑتال کی جائے۔

بے شک اگر اس مسئلہ کو تاریخی زاویہ نظر سے تطبیقی طور پر موجودہ مغربی میڈیا اور ان کی تہذیب میں اسلام کے خلاف زہر افشانیوں کو اجاگر کرنے کے ساتھ پیش کیا جائے تو بہت بہتر اور ثمر بخش ہوگا۔

مغربی تہذیب کے ٹھیکیداروں کا دعویٰ ہے کہ وہ دنیا والوں کو جمہوریت جیسا انمول تحفہ پیش کریں گے

اور انہیں ان کی ظالمانہ و جابرانہ حکمرانوں سے نجات دلائیں گے۔ ان کا دعویٰ ہے کہ وہ اس انمول تحفہ کی مدد سے دنیا کو مذہبی تشدد اور قومی وفکری تعصّبات سے دور کریں گے اور جہاں بھی رہیں گے اور جس سرزمین کے سفیر بنیں گے وہاں تحفظ و سلامتی اور رحم و مروت کا بہترین ہدیہ اپنے ساتھ لے جائیں گے۔ وہ لوگ دنیا والوں اور حکومتوں کو یہ سمجھانا چاہتے ہیں کہ وہ اپنے عوام کی فردی اور اجتماعی آزادی کو کسی بھی قیمت پر ضائع نہ ہونے دیں۔ وہ لوگ عوام کے ذہنوں میں یہ بات بٹھادینا چاہتے ہیں کہ وہ اپنی حکومتوں سے شہری حقوق کا مطالبہ کریں۔ دہشت گردی اور قتل و غارت گری کے خلاف جنگ میں وہ لوگ دنیاوالوں کے سامنے اپنے آپ کو کمانڈر اور سردار کی صورت میں پیش کرنا چاہتے ہیں۔ ان لوگوں نے اس ہدف کی تکمیل کے لئے کئی بڑی جنگیں شروع کیں۔ وہ لوگ اپنے آپ کو نسل یہود کا بہت بڑا مدافع سمجھتے ہیں اور اس گمان باطل میں مبتلا ہیں کہ انہوں نے یہود ستیزی کے خلاف محاذ قائم کرکے انسانیت کے حقوق کو ادا کر دیا ہے۔

اسی طرح یہ گمان بھی پایا جاتا ہے کہ مغرب نے ٹکنالوجی کی دنیا میں ہنر نمائی کے ذریعہ پوری انسانیت کی کامیابی کا راستہ فراہم کیا ہے لہٰذا دنیا کی تمام قوموں پر واجب ہے کہ وہ اقتصادی ترقی و خوشحالی کے لئے مغربی ممالک کی پیروی کریں۔

یہ مغربی حکمرانوں اور سربراہوں کے تفکرات اور جملے ہیں جسے وہ دنیا کی اقوام و ملل اور حکومتوں سے آمرانہ انداز میں بیان کرتے ہیں۔ موجودہ نوشتہ اس حقیقت سے پردہ کشائی کرے گا کہ تاریخ ایسی باتوں اور دعووں کے مقابلے میں کیا کہتی ہے اور ان کے نظریات کے مقابلے میں تاریخ کا فیصلہ اور موقف کیا ہے۔

مذہبی جنگیں

مغربی تاریخ نو مذہب کے نام پر عظیم خونریز جنگوں سے شروع ہوئی جو عیسائیت کی نئی شاخ پروٹسنٹ اور کیتھولیک کے درمیان واقع ہوئی تھی۔ یہ وہ جنگیں تھیں جو مذہبی تعصب اور انتہاپسندی کی سب سے واضح و روشن مصداق ہیں اور ایسی مثال عالم اسلام میں ہر گز دیکھنے کو نہیں ملتی۔ یہ تیس سالہ جنگیں ہزاروں اور لاکھوں انسانوں کی موت کا باعث ہوئیں جن میں بھوک اور پیاس سے مرنے والوں کی تعداد سب سے زیادہ ہے۔ یہاں پر ان جنگوں کے نقصانات کو تفصیل سے بیان نہیں کیا جاسکتا بلکہ جو کچھ کہا گیا ہے وہ محض اندازہ

و گمان اور ایک تخمینہ ہے۔ اس خسارہ کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ۱۶۱۸ میں جنگ سے پہلے جرمنی کی کل آبادی دو کروڑ دس لاکھ تھی لیکن جنگ کے خاتمہ کے بعد ۱۶۴۸ء میں یہ آبادی گھٹ کر ایک کروڑ تیس لاکھ ہو گئی تھی۔

اگر ہم تھوڑا پیچھے جائیں تو ویران کن اور تباہ کن صلیبی جنگوں کا سیاہ کارنامہ جدید مغربی تہذیب کے دامن پر صاف دکھائی پڑے گا جسے مغربی حکمرانوں نے مذہبی تعصب کے نام پر شروع کیا تھا۔ اگر انصاف کی نظر سے اس جنگ کا مطالعہ کیا جائے اور مسلمانوں اور عیسائیوں کے سلوک و رواداری کو ملاحظہ کیا جائے تو یقیناً مغربی تاریخ اسلام کے مقابلے میں بہت شرمندہ ہو گی۔ قرون وسطیٰ کی دو عظیم جنگوں نے عیسائیت کے چہرے کو غیر انسانی و غیر عقلانی اور حد سے زیادہ مخدوش بنادیا ہے جب کہ اس کے پیغمبر حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام تھے جو اخلاق و کردار، رحم و مروت اور عشق و محبت کے پیغمبر تھے۔

سامراجیت

مغربی تہذیب قرون وسطیٰ سے ہوتی ہوئی عصر حاضر تک کا صعوبت بار سفر طے کرتی ہوئی آئی ہے۔ اس سفر میں اس نے ایسی حکومتوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے جو عیسائیت اور مذہبی حکومتوں کے مقابلے میں قائم ہوئیں۔ اس دور میں جو تبدیلیاں وجود میں آئیں اور دنیا نے جس انقلاب کو دیکھا اس کی زد میں جہاں سیاست تبدیل ہوئی وہیں فن، ادب، فلسفہ اور حقوق جیسے مفاہیم بھی تبدیل ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ یورپ میں اس تبدیلی کو دنیا پرستی سے تعبیر کیا گیا یعنی اس دور میں دینی امور کو دنیوی امور سے جدا کر دیا گیا اور دین و دنیا کی جدائی کی بنیاد ڈالی گئی گویا دین کو دنیاداری کی راہ میں رکاوٹ قرار دیتے ہوئے اسے متروک قرار دے دیا گیا لیکن افسوس یہ ہے کہ دیندار حکومتوں کے خاتمہ اور تہذیب نو کے قائم ہونے کے بعد نہ صرف قتل و غارت گری اور تعصّبات و ہٹ دھرمی میں کوئی کمی نہیں آئی بلکہ بشری تاریخ کی خونخوار ادوار سے زیادہ اس دور میں انسانیت نے قتل و غارتگری اور تباہی و بربادی کو دیکھا، مخصوصا اس دور کی عظیم تباہی کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے؛ ایک: دیگر ممالک اور سرزمینوں کو فتح کرنے کے لئے یورپ کی لشکر کشی اور قتل و غارت گری اور دوسری یورپین ممالک کے درمیان آپسی خانہ جنگی اور تباہی و بربادی۔

سامراجیت کے حملات چار سو سال تک جاری رہے اور اس میں ایسی خونریزیاں، قتل عام اور تباہی و

بربادی ہوئی جس کے سامنے چنگیز، آٹیلا اور سکندر جیسے بادشاہوں کے دامن خالی نظر آنے لگے۔امریکہ کی کھوج جہاں ایک عظیم تمدن قائم تھا اور وہاں کے باشندے متمدن سمجھے جاتے تھے، سامراجیت کے جرائم کی ایک مستقل تاریخ ہے جب کہ یورپی سامراج نے اسے امریکہ کی کھوج کا نام دیا اور دنیاوالوں کے ذہنوں میں یہ بٹھانے کی کوشش کی کہ یہ سرزمین انسانوں کے وجود سے خالی تھی تاکہ وہ اس سرزمین کے اصلی باشندوں کے قتل عام پر پردہ ڈال سکیں۔ اہل یورپ نے اس سرزمین کی طرف ہجرت کی اور وہاں کے ۹۰ یا ۹۵ فیصد باشندوں کو قتل کرکے اپنے مستقل قیام کے لئے راہ ہموار کی۔ یہ قتل عام اس قدر وسیع پیمانہ پر انجام دیا گیا تھا جو آبادی اس ہجوم سے پہلے سات کروڑ یا نو کروڑ تھی وہ ایک صدی تک قتل عام کے بعد صرف اور صرف ساڑھے تین کروڑ باقی بچی، اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک منظّم سازش کے تحت وسیع پیمانہ پر چھ کروڑ ساٹھ لاکھ امریکہ کے اصلی باشندوں کا قتل عام ہوا، یہ تعداد ان اسی لاکھ یا ایک کروڑ تیس لاکھ مرنے والوں کے علاوہ ہے جو پچاس سال تک غلامی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے مختلف کانوں میں کام کرتے رہے۔

آسٹریلیا میں جب ۱۷۸۸ء میں انگلینڈ کی حکومت قائم ہوئی تو اس وقت سے ۱۹۱۱ء تک یہاں کی آبادی ۷۵۰ ہزار باشندوں سے گھٹ کر صرف اور صرف ۳۰ ہزار افراد تک باقی بچی تھی، اس لئے کہ ۱۸۲۹ ء میں آسٹریلیا کے قید خانوں سے سزا یافتہ مجرموں کو اس لئے آزاد کیا جاتا تھا کہ وہ اس سرزمین کے اصلی باشندوں کا شکار کریں اور انہیں ہر باشندے کے قتل پر ۵ ڈالر دئے جاتے تھے۔ اسی طرح جب انگلینڈ نے ہندوستان پر قبضہ کیا تو صرف بنگال صوبہ میں تقریبا ایک کروڑ لوگ بھوک، پیاس، بیماری اور انگلینڈ حکومت کے سپاہیوں کی جانب سے طاقت فرسا کاموں کو انجام دینے کی بنا پر اپنی جانوں کو کھو بیٹھے تھے، نیز ۱۹۴۲ء سے ۱۹۴۴ء کے درمیان ساڑھے تین کروڑ سے پانچ کروڑ کے درمیان ہندوستانی قحطی اور خشکسالی سے مرے ہیں۔

ہولینڈ حکومت کے ہاتھوں انڈونیشیا کے باشندوں کا قتل عام، اہل یورپ کے ہاتھوں لاکھوں افریقی باشندوں کا قتل عام مخصوصاً کانگو پر قبضہ کرنے کے لئے بلجیم کے ذریعہ ہزاروں کی تعداد میں وہاں کے باشندوں کا قتل عام یا فرانس کا شمالی افریقہ جیسے مغرب، تونس، الجیریا وغیرہ پر حملہ اور اس میں لاکھوں انسانوں کا قتل عام۔ اسی طرح فیلیپین، کیوبا، میکسیکو اور ہاوائی میں انیسویں صدی کے آس پاس امریکی حکومت کے ہاتھوں وہاں کے باشندوں کا قتل عام مغربی سامراجیت کی تاریخ کا ایک شرمناک کارنامہ ہے۔

غلامی

مغربی سامراجیت کی تاریخ کا دوسرا المناک واقعہ غلامی کی زنجیر ہے جسے انہوں نے اپنے علاوہ ہر شخص کو پہنانے کی کوشش کی۔ جب غلامی اور بردہ داری یورپ سے امریکہ منتقل ہوئی تو وہاں اس غم انگیز داستان نے ایسا المناک موڑ لیا کہ پوری تاریخ انسانیت چیخ پڑی اور حقوق انسانی کی بربادی کا سب سے بڑا کھیل کھیلا گیا۔ ہارورڈ یونیورسٹی نے ۱۹۹۹ء میں ایک تحقیق کی جس کا ماحصل یہ تھا کہ گذشتہ صدیوں میں ۲۷۲۳۳ بحری سفر غلاموں کو جابجا کرنے کے لئے انجام دیئے گئے ہیں۔ ۱۵۱۹ سے ۱۸۶۷ء تک تقریبا ۱۱۰۶۳۰۰۰ افریقی غلام بناکر یورپین ممالک بھیجے گئے۔ مذکورہ سفر کے اعداد و ارقام میں ۵۵ فیصد سفر ۱۷۰۰ سے ۱۷۹۹ء کے درمیان ۲۹/۵ فیصد ۱۸۰۰ سے ۱۸۴۹ء کے درمیان اور ۳۰ فیصد غلاموں کی تجارت پر پابندی کے بعد انجام دئے گئے۔

سفر کے دوران غلاموں کو درپیش جانی نقصانات ۳۰ سے ۴۰ فیصد بتائے جاتے ہیں۔ اس تعداد میں سے تقریبا ۲/۵ فیصد یعنی ۲۸۰ ہزار غلام شمالی امریکہ منتقل کئے گئے اور کھیتی باڑی کے سخت اور جان لیوا کاموں میں جھونک دیئے گئے۔ ساجیات کے ماہرین کے بقول سخت گرمی کی وجہ سے وہاں کام کرنا نہایت دشوار تھا لیکن ان غلاموں کی جان جوکھم میں ڈال کر سامراجی طاقتوں نے مال و دولت جمع کیا۔

عالمی جنگ

ظلم و ستم کی مذکورہ داستان کے علاوہ جس کے صرف ایک گوشہ کو ہم نے یہاں بیان کیا، مغربی ممالک خود ایک دوسرے کے جانی دشمن تھے جس کے نتیجہ میں ان کے درمیان آپسی خانہ جنگی ہوئی جس میں ظلم و ستم کی انتہا کردی گئی اور وہ مظالم ہوئے کہ قلم ان کے لکھنے سے شرمندہ ہے۔ پہلی عالمی جنگ نے بربادی اور ظلم و ستم کی وہ داستان اور وہ تاریخ رقم کردی ہے جو ایک تمدن کی بدنامی اور رسوائی کے لئے کافی ہے۔ اعداد و ارقام کے مطابق اس جنگ میں ایک کروڑ ساٹھ لاکھ انسانی جانوں کا نقصان ہوا اور دو کروڑ لوگ زخمی ہوئے، مرنے والوں میں سے ایک کروڑ فوجی تھی اور ساٹھ لاکھ عام انسان تھے۔ جنگ کے خاتمہ کے بعد تقریبا دو کروڑ لوگ بیماریوں کی نذر ہوگئے۔

تاریخ نے ایک بار پھر دوسری عالمی جنگ کو مغرب کے بظاہر متمدن وحشی لوگوں کے نام پر لکھ دی۔

یہ جنگ پہلی جنگ سے کہیں زیادہ تباہی و بربادی کا باعث ہوئی۔ اس جنگ میں چھ کروڑ سے آٹھ کروڑ پچاسی لاکھ انسان یعنی اس وقت زمین کی آبادی جو دوعرب مانی جاتی تھی اس میں سے کوئی ۳ سے ۴ فیصد انسان مارے گئے جس میں سے تین کروڑ اسی لاکھ سے پانچ کروڑ پچاس لاکھ مرنے والوں کا تعلق عام انسانوں سے تھا جس میں سے ایک کروڑ نوے لاکھ سے دو کروڑ پچاس لاکھ لوگ بیماری اور قحطی سے مر گئے، دو کروڑ بیس لاکھ سے دو کروڑ پچیس لاکھ مرنے والے فوجی تھے اور ان میں بھی پچاس لاکھ جنگی اسیر تھے۔

دہشت گردی اور ظالم و جابر حکومتوں کی حمایت

مغربی ممالک مخصوصاً امریکہ کی تاریخ دنیا بھر کی ظالم و جابر حکومتوں کی حمایت اور ان کی پشت پناہی کے تعلق سے بہت ہی سیاہ اور رسوا کن ہے۔ اس نے دنیا کی بے شمار عوامی اور واقعی جمہوری حکومتوں کا تختہ الٹا اور ایسی حکومتوں کو تباہ و برباد کر دیا۔ تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی نظر میں وہی حکومت جمہوری ہے جو ان کی استعماری سیاستوں کو قبول کرتی ہو ورنہ ان کی استعماری سیاست کو ٹھکرانے والی حکومت سو فیصد جمہوری ہوتے ہوئے بھی جمہوری حکومت نہیں ہے۔ اس وقت امریکہ ایران کی عوامی حکومت سے برسرپیکار ہے اور دوسری طرف ایشیا کی ظالم و جابر بادشاہی حکومتوں کا پشت پناہ اور سب سے بڑا حامی بنا ہوا ہے جب کہ وہ اس وقت پوری دنیا میں دہشت گردی کے سربراہ اور القاعدہ و داعش جیسی خونخوار تنظیموں کے حامی بلکہ انہیں جنم دینے والے ہیں۔

البتہ یہ بات یاد رہے کہ اس وقت القاعدہ اور داعش کو امریکہ سے ملنے والی حمایت صرف پوشیدہ اور غیر مستقیم طور پر نہیں ہے بلکہ اس خونخوار تنظیم کی پیدائش بھی امریکا اور انگلینڈ کے شیطان صفت سیاستدانوں کی گھناؤنی سیاست کا حصہ ہے۔ یہ دونوں تنظیمیں اس وقت وجود میں آئیں جب امریکہ اور انگلینڈ کے منافع خطرے میں پڑ چکے تھے اور یہ تنظیمیں انہیں اس خسارہ سے محفوظ رکھ سکتی تھیں۔ افغانستان میں سویت یونین کے خلاف محاذ قائم کرنے کے لئے مغربی دنیا متعصب اسلامی جماعتوں سے متحد ہوئی جس کے نتیجہ میں القاعدہ کا جنم ہوا اور داعش کو امریکہ نے شام کے خلاف محاذ قائم کرنے اور وہاں کی حکومت کو ساقط کرنے کے لئے ایجاد کیا۔ آج امریکا داعش کو ختم کرنے کے بہانے میدان میں اترا ہوا ہے تاکہ اسلامی ممالک میں اپنے منحوس قدم جما سکے۔ اس نے ایسے فرضی دشمن کو خطرناک دکھا کر بہت سے ممالک کو ڈرایا دھمکایا اور

انہیں اپنے اسلحے فروخت کئے اور اس طرح اپنے خزانے کو مالامال کیا تاکہ دنیا میں اس کا سرمایہ داری نظام اور اس کی جنگی سیاست قائم رہے۔

یہودیوں کی حمایت کا دعویٰ

موجودہ مسلط اور حکمراں نظام کا دوسرا سب سے بڑا جھوٹ یہودیوں کی حمایت اور ان کے حقوق کو ضائع ہونے سے روکنا ہے۔ وہ ممالک جنہوں نے یہودیوں کے خلاف کلاسیکی عیسائیت کے دور میں نفرت، تعصب اور قتل و غارتگری کا ایک سیاہ باب قائم کیا تھا وہ آج اسلام کے خلاف محاذ قائم کئے ہوئے ہیں اور ان کا یہ الزام ہے کہ اسلام یہودیوں کا دشمن ہے اور انہیں نابود کرنا چاہتا ہے۔ جس زمانے میں اسلامی تمدن ترقی کی ثریا پر تھا اور پوری دنیا میں اس کا بول بالا تھا اس وقت تمام اسلامی سرزمینوں پر بسنے والے یہودی، عیسائی ممالک میں رہنے والے یہودیوں سے کہیں زیادہ بہتر حالت میں زندگی بسر کرتے تھے اور اس اسلامی دور کو یہودیوں کی حیات کا ایک طلائی دور کہا جاتا ہے۔ موجودہ دور میں اسرائیل کے غاصبانہ قیام سے پہلے تک یہودی اور مسلمان تمام اسلامی ممالک میں خوش و خرم ایک دوسرے کی ہمسائیگی میں زندگی بسر کررہے تھے اور ان میں کسی قسم کا کوئی اختلاف اور جھگڑا نہیں تھا۔

ہولوکاسٹ کی من گھڑت کہانی اگر واقعی مان لی جائے تو پھر بھی اس کا ہرجانہ آج کے یورپی ممالک کے شانوں پر ہے اور وہ اس واقعہ کے ذمہ دار ہیں۔ دنیا کا کوئی بھی انسان اس بات کو قبول نہیں کرسکتا کہ یورپی ممالک کے جرم کے ہرجانے کے طور پر فلسطینیوں کی سرزمین کو غصب کرکے یہودیوں کو ایک مستقل حکومت بنانے کے لئے دے دی جائے۔ اسرائیل اپنے غاصبانہ اور جابرانہ قیام کی ساٹھ سالہ تاریخ میں ساٹھ لاکھ لوگوں کی تباہی و بربادی کا باعث ہوا ہے گویا انہوں نے فلسطین کی نصف آبادی کو ان کی سرزمینوں سے باہر نکال دیا۔ آج اسرائیل یورپی ممالک مخصوصاً امریکہ کی حمایت سے علی الاعلان ظلم و ستم اور فلسطینیوں کے قتل عام میں مصروف ہے اور اس کی تاریخ میں صبرا، شتیلا، گھانا اور انہیں جیسے ہولناک اور دل دہلا دینے والے دیگر فجائع و وقائع ضبط وثبت ہیں اور وہ آج بھی ایسے واقعات کو دہرانے سے قطعی طور پر نہیں ڈرتا بلکہ دلیری کے ساتھ اس کو دوبارہ انجام دینے کے لئے ہمیشہ تیار رہتا ہے۔

عالمی بھید بھاؤ

موجودہ عالمی سرمایہ داری نظام پوری دنیا میں امیروں اور غریبوں کے درمیان بھید بھاؤ اور جدائی کا سب سے بڑا ذمہ دار ہے۔ اس وقت دنیا کے صرف ا فیصد لوگ دنیا کے ۵۷ فیصد لوگوں کے برابر ثروت اندوزی میں مشغول ہیں۔ ۱۹۹۳ء میں دنیا کے ۵ فیصد امیروں کی آمدنی دنیا کے ۵ فیصد غریب لوگوں کی آمدنی سے ۱۱۴ گنا زیادہ تھی جب کہ یہ شرح ۱۹۸۸ء میں ۷۸ گنا تھی، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کے ۵ فیصد غریب لوگوں نے اپنی ۲۵ فیصد واقعی آمدنی کو کھودیا ہے جب کہ اس خسارہ کے مقابلے میں ۲۰ فیصد امیروں کی آمدنی ۱۲ فیصد بڑھتی ہوئی دکھائی دے رہی ہے۔

پوری دنیا میں بھید بھاؤ اور عدم مساوات کا باعث خود ہر ملک کی داخلی سیاست اور حکومتوں کے آپسی گٹھ بندھن ہیں جس کی وجہ سے امیر ملک روز بروز امیر تر اور غریب ملک روز بروز غریب تر ہوتا جارہا ہے۔ اقوام متحدہ کی انسانی ترقی شعبہ کی حالیہ رپورٹ کے مطابق امریکہ کے ڈھائی کروڑ امیروں کی آمدنی دنیا کے دو ارب غریبوں کی آمدنی کے برابر ہے۔ ۱۸۲۰ء میں مغربی یورپ کے لوگوں کی سالانہ آمدنی افریقہ کی سالانہ آمدنی سے تین گنا زیادہ تھی جب کہ یہی شرح ۱۹۹۰ء میں ۱۳ گنا ہو گئی تھی۔

گذشتہ دہائیوں میں ایک کروڑ تیس لاکھ بچے تپ، دست اور پانی کی کمی جیسی بیماریوں سے مرچکے ہیں۔ ہر سال پانچ لاکھ عورتیں دوران حمل یا بچے کی پیدایش کے وقت جان دیتی ہیں اور پوری دنیا میں آٹھ کروڑ سے زیادہ لوگ غذائی قلّت کا شکار ہیں۔ امریکہ، ناروے، جاپان، جرمنی اور فرانس جیسے ملکوں کی سالانہ آمدنی ایتھوپیا، ملاوی، افغانستان اور بولیویا جیسے ملکوں کی سالانہ آمدنی سے سو گنا سے زیادہ ہے۔ ناخالص داخلی پیداوار کی شرح کی درجہ بندی میں کوئی بھی جنوبی امریکہ کا ملک ابتدا کے ۳۵ ملکوں میں شامل نہیں ہے اسی طرح کوئی بھی افریقی ملک ابتدا کے ۵۵ ملکوں میں نہیں آتا۔ پچاس فقیر ممالک کے لوگوں کی نصف آبادی افریقا میں رہتی ہے اور پوری دنیا کے ۶۰ فیصد امیر یورپ اور شمالی امریکہ میں رہتے ہیں۔

ماحولیات کی بربادی

غیر انسانی واستبدادی نظام کی قیمت صرف انسانوں نے نہیں ادا کیا ہے بلکہ تمدن نو کے ظہور اور جدید ترقیات اور مختلف طاقتوں کو کنٹرول میں کرنے کے بعد انسانوں کی ختم نہ ہونے والی خواہش نے اس خوبصورت

زمین کو بھی نابودی کے دہانے پر لا کھڑا کر دیا ہے۔ اس مختصر دور میں اس سرسبز زمین کو جس انداز میں تباہ و برباد کیا گیا ہے اور جنگلات کی جو بربادی کی گئی ہے وہ پوری تاریخ کی بربادی سے کہیں زیادہ ہے۔ بے شمار پرندوں اور جانوروں کی نسلوں اور چراگاہوں کی تباہی، پانی اور ہوا کی آلودگی غرض کہ اس زمین پر رہنے والے جملہ موجودات کی زندگی تباہی کے موڑ پر ہے اور ان سب کا باعث موجودہ نظام حکومت ہے۔

ترقی یافتہ ممالک کی موجودہ معیشتی اور صنعتی ترقی سے عالمی ماحولیات کو زبردست نقصان پہنچا ہے جو کسی بھی طرح قابل جبران نہیں ہے۔ان کی ترقی کی آڑ میں ایسے نقصانات ہوئے ہیں جو عالمی حیثیت رکھتے ہیں جیسے اوزون تہہ کا پھٹ جانا، زمین کا حد سے زیادہ گرم ہونا، زہریلے اور غیر قابل بازیافت کوڑے اور میٹھے پانی کی قلت، ہوا کی آلودگی اور نت نئی بیماریاں سب کی سب تمدن نو اور ٹکنالوجی کی دین ہیں جو طبیعی چیزوں سے دوری کی بنا پر وجود میں آئی ہیں۔ آج یورپ کے ترقی یافتہ ممالک اپنے زہریلے کوڑے کو غریب ممالک میں دفن ہونے کے لئے روانہ کرتے ہیں۔ان لوگوں نے من مانی کرتے ہوئے افریقہ کے غریب ممالک کو فوجی و غیر فوجی صنایع کی تحقیق کا مرکز بنادیا ہے اور ان کے عظیم خزانوں کو معمولی قیمتوں پر لے کر ہزاروں گنا فائدہ حاصل کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔

ظلم و ستم کی اس داستان کو پڑھ کر اور اپنی آنکھوں سے مغربی میڈیا اور ان کی تہذیب کے تسلط کے زیر اثر مسلّم اور تاریخی حقائق کی تحریف اور ان کی پردہ پوشی سے ذہن میں یہ اہم سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا مغربی ممالک کو دیگر انسانوں اور ملکوں سے خوفزدہ رہنا چاہئے یا غیر مغربی ممالک جیسے اسلامی اور غیر اسلامی ممالک کو ہمیشہ مغربی حکومتوں کے تجاوز، غارتگری اور لشکر کشی سے خوفزدہ رہنا چاہئے ؟ کیا عالم اسلام نے مغربی ممالک میں تشدد پھیلا رکھا ہے؟ یا یہ مغربی ممالک ہیں جنھوں نے پوری دنیا مخصوصاً مسلمانوں کو اپنی سامراجی سیاست اور خودخواہی کی آگ میں جھونک دیا ہے ؟ مسلمانوں کی پوری تاریخ امریکی اور یورپی ممالک کے ظلم و جبر سے بھری ہوئی ہے اسی لئے ہرگز اسلام کے خلاف کسی قسم کا کوئی بھی پروپگنڈہ مغربی ممالک کے چہرے کو مظلومانہ پیش نہیں کر سکتا۔

عالم اسلام میں پائے جانے والے موجودہ تشدد کے لئے ممکن ہے مغربی جاسوسی ایجنسیاں بلاواسطہ ذمہ دار نہ ہوں لیکن بالواسطہ ضرور دخیل ہیں اس لئے کہ انہوں نے سالہا سال اسلامی ممالک کو اپنی جنگ طلبی کے پیروں تلے روندا، ان کی آبرو کو داؤ پر لگایا اور انہیں اپنے ظلم و ستم کا نشانہ بنایا۔اس کے علاوہ مغربی

ایشیا میں قائم ہونے والی آزادی بخش تنظیموں کو جو وطن کے نام پر وجود میں آئی ہیں اور جنہوں نے یورپی، امریکی اور اسرائیلی سیاست اور ان کی شیطانی سازشوں کا مقابلہ کیا ہے، انہیں دہشت گرد کا نام دیا جانے لگا اور ان کا قتل عام کیا جانے لگا۔ کیا ایسی صورت حال میں وہ توقع رکھتے ہیں کہ عالم اسلام ان کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھائے؟ کیا ان کی توقع بجا ہے؟

سرد جنگ کے خاتمہ اور سوویت یونین کے بکھراؤ اور خاص کر ۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ کے واقعہ کے بعد اسلام کے چہرہ کو مخدوش کرنے کی جو سازش ہو رہی ہے وہ صرف و صرف حقائق کو چھپانے کے لئے ہے تاکہ مغربی عوام اپنی حکومتوں کے کالے کرتوتوں سے واقف نہ ہونے پائیں۔

یہ مکر و فریب کی ٹکنالوجی، قتل و غارتگری اور جنگ کی تجارت ایسے حقائق ہیں جن سے واقف ہونا امریکی اور یورپی جوانوں کے لئے بہت ضروری ہے تاکہ اس کے مقابلے میں وہ کھڑے ہو سکیں۔ اس لئے کہ تاریخ گواہ ہے کہ مغربی حکومتوں نے اپنی سیاست کی راہ میں ہمیشہ اپنے عوام کو قربان کیا اور ہرگز ان پر رحم نہیں کیا ہے۔ آج آزاد اندیش انسانوں کے درمیان بڑھتے ہوئے رابطے اور ان کے افکار کے عالمی پیمانہ پر تبادلے کی وجہ سے آج کا انسان شعور کی منزلوں کو طے کرتا جارہا ہے اور اب ضرورت اس بات کی ہے کہ وہ عالمی جنگ، مکر و فریب اور قتل و غارتگری کا سد باب کرے اور اس امر کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ میڈیا کے آئینہ سے دور ہو کر عالمی وقائع کا جائزہ لیا جائے اور عالمی سماج کا ایک حصہ ہوتے ہوئے ان کے سلسلہ میں غور و فکر کی جائے اس لئے کہ اس کے بغیر زمین پر رہنے والوں کی موجودہ نظام سے رہائی ناممکن ہے۔